

39

مرینہ، مرینہ

پریس: 20 دسمبر

مَدِّلَاسُرُ کِیْ مَنْزِل
مارینہ... مارینہ

شادِ مارینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
کے گھر میں.....

الْقُرْآن





نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم



جہاں سے کفر کی ظلمت مٹانے کے لئے آئے
دلوں میں شمعِ ایمانی جلانے کے لئے آئے
جہاں میں علم اور انصاف کی پھر طرح نو ڈالی
سرِ ظلم و جہالت پھر جھکانے کے لئے آئے
فضائیں نغمہ توحید سے معمور کر ڈالیں
بہاریں گلشنِ ہستی میں لانے کے لئے آئے
رہ و رسم وفا کو اہل دنیا چھوڑ بیٹھے تھے
آنہیں راہِ محبت پھر دکھانے کے لئے آئے
گھری تھی کشتیِ انسانیت موج و تلاطم میں
وہ بن کر ناخدا کشتی بچانے کے لئے آئے
سلام اُن پر کرم تھا عام جن کا دوستِ دشمن پر
درود اُن پر جو سوتوں کو جگانے کے لئے آئے
سلام اُن پر جو غم میں قوم کے راتوں کو روتے تھے
درود اُن پر جو روتوں کو ہنسانے کے لئے آئے
آنہیں کا نام لے کر صبح کو کلیاں چلتکتی ہیں
وہ کاٹوں میں رہے اور گل کھلانے کے لئے آئے
کھلانے پھولِ صحراء میں ، چمن کو رونقیں بخیشیں
فضا پر ابرِ رحمت بن کے چھانے کے لئے آئے
یہ خستہ حال کیقی بھی آنہیں کا نام لیوا ہے
گناہگاروں کو جو اپنا بنانے کے لئے آئے

اللہ تعالیٰ ”دینی مدارس“ کی حفاظت فرمائیں..... ان ”مدارس“ کو مزید شان اور مزید ترقی عطا فرمائیں..... الحمد للہ ”کرونا“ کے موسم میں بھی..... ان ”مدارس“ نے اپنا ایک سال پورا کر لیا ہے پابندیوں، نگرانیوں اور سازشوں کے باوجود..... یہ ”مدارس“ ہر سال امتِ مسلمہ کو بے شمار تحفے عطا کرتے ہیں..... ہر سال قرآن مجید کے نئے حفاظ..... سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم..... اور پورا قرآن مجید اول تا آخر زبانی یاد کرنے والے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے..... یوں لگتا ہے جیسے پاکیزہ



نورانی موتی..... پوری دنیا میں کسی ایک شخص کو بھی پوری ”بائبل“ یاد نہیں..... کوئی ایک شخص بھی ”توراۃ“ کا حافظ نہیں..... بائبل بدل دی گئی..... تورات تبدیلیوں کا شکار ہو گئی..... بدھ مت والے تو کوئی کتاب رکھتے ہی نہیں..... بس ورزش، اور دماغی مشقیں..... ہندوؤں کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں..... پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی گیتا، رامائن اور افسانوں پر مشتمل ”مہا بھارت“..... یہ کتابیں بھی

پوری کسی کو یاد نہیں..... مگر قرآن مجید ”محفوظ“ ہے..... اور دنیا کے ہر خطے میں اس کے ”حافظ“ موجود ہیں..... اور اللہ تعالیٰ خود اس کتاب کے ”حافظ“ ہیں..... قرآن مجید کے الفاظ بھی ”نور“ اور اس کے معانی بھی ”نور“..... جیسا کہ ان مسلمانوں پر جن کے دل میں ”قرآن مجید“ سمجھنے کا شوق نہیں ہے..... وہ یہ نہیں جاننا چاہتے کہ اُن کے ”رب تعالیٰ“ نے ان سے کیا باتیں فرمائی ہیں..... قرآن مجید کی ہر آیت ”محبت کا جام“ ہے..... قرآن مجید کا ہر مضمون کا میابی کاراز ہے..... قرآن مجید میں ”شفاء“ ہے..... رحمت ہے..... ہدایت ہے..... کاش ہر مسلمان عزم باندھ لے کہ وہ روزانہ کچھ وقت ”قرآن مجید“ کی پاکیزہ اور نورانی صحبت میں گذارے گا..... اور کم از کم روزانہ ایک آیت مبارکہ کو سمجھنے کی کوشش کرے گا..... دینی مدارس ہر سال کے اختتام پر امت مسلمہ کو..... قرآن مجید سمجھنے اور سمجھانے والا..... ”علماء کرام“ عطا کرتے ہیں..... اب تو ماشاء اللہ یہ تعداد ہر سال..... ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے..... مدارس کا تعلیمی سال رمضان المبارک کے فوراً بعد شوال میں شروع ہوتا ہے..... اور رمضان المبارک سے کچھ پہلے شعبان کے آغاز میں ختم ہوتا ہے..... اور یوں شعبان کے مہینے میں امت مسلمہ کو..... نئے علماء، نئے مفتی اور نئے فضلاء ملتے ہیں..... جو کہ..... ان مدارس کا امت مسلمہ پر..... ایک ناقابل فراموش احسان ہے..... ان مدارس کو..... کوئی حکومت نہ تو فنڈ دیتی ہے..... اور نہ ان کو وہ عزت دیتی ہے جس کے وہ حقدار ہیں..... ایک زمانہ تھا جب مسلمان حکمران..... مدارس کی تعمیر اور مدارس کی خدمت کو اپنی لازمی ذمہ داری سمجھتے تھے..... سلجوقیوں کے دور حکومت میں..... ایک سلجوقی وزیر..... نظام الملک طوی رحمۃ اللہ علیہ نے..... بہت عظیم الشان مدارس قائم کئے اور ان مدارس کی ایسی خدمت کی کہ آج تک اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے..... اور اسے یاد رکھا جاتا ہے..... ان اسلامی سلطنتوں میں مدارس کے علماء کرام کی عزت..... امراء اور کمانڈروں سے بڑھ کر تھی..... اور خود مسلمان سلاطین ان مدارس میں با ادب حاضر ہوتے تھے..... پھر زمانہ بدل گیا..... نہ مسلمان سلاطین رہے..... اور نہ نظام خلافت..... مسلمانوں نے جہاد چھوڑا تو زمین ان سے روٹھ گئی..... اور آسمان نے بھی اپنے تیور بدل لئے..... بارہ سو سال تک مسلمانوں سے مار کھانے والے صلیبی غالب آگئے.....

اور انہوں نے دنیا کو ظلم اور اندھیرے سے بھر دیا..... اللہ تعالیٰ حضرات علماء کرام کو جزاً نے خیر عطا فرمائیں..... انہوں نے غلامی کے دور میں بھی اپنے دل و دماغ کو غلام نہ بننے دیا..... وہ قرآن مجید کے علوم کی حفاظت کے لئے زیر زمین غاروں، کچی مساجد اور درختوں کی چھاؤں میں..... مدرسے کھول کر بیٹھ گئے..... حضرت آقامدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب ”النبی الامی“ ہے..... اس لقب کی نسبت امت میں اس طرح منتقل ہوئی کہ..... ”دین کا علم“، کسی کاغذ، قلم، عمارت اور معاوضے کا محتاج نہ رہا..... اور اصل ”علم“، سینوں میں محفوظ رکھنے کا امت میں ذوق پیدا ہوا..... اگرچہ علم کی خدمت قلم نے بھی کی، کاغذ نے بھی کی..... عمارت نے بھی کی..... لیکن جب یہ چیزیں کبھی چھن بھی گئیں تو بھی ”علم دین“ کا کوئی نقصان نہ ہوا..... کیونکہ علم کو سینے، دل اور ذہن میں بسانا اس امت کی شان ہے..... اور یہ شان اسے حضرت آقا محمد مدفنی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تربیت سے نصیب ہوئی ہے..... گذشتہ دو دنوں سے ایک بار پھر..... حضرت امام بخاری نور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی پڑھ رہا ہوں..... ان کی قوت حافظہ کے سچے واقعات پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے..... بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا..... اور دس سال کی عمر میں حدیث شریف یاد کرنے کا سلسلہ شروع فرمادیا..... اندازہ لگائیں..... دس سال کی عمر ہوتی ہی کیا ہے؟ اس عمر کے بچے تو درست جملے تک نہیں بول سکتے..... مگر حضرت امام محمد بن اسما عیل بن مغیرہ یعنی امام بخاری اس عمر میں احادیث مبارکہ سند اور متن کے ساتھ یاد کر رہے تھے..... سولہ سال کی عمر میں..... حضرت امام بخاری خود مکمل عالم، محدث، مصنف اور استاذ بن چکے تھے..... ہزاروں احادیث مبارکہ ان کو یاد تھیں اور وہ کاغذ و قلم کی مدد لئے بغیر ایک ہی مجلس میں ہزاروں احادیث مبارکہ زبانی سنا اور لکھوادیا کرتے تھے..... اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ محنت قبول فرمائی اور ان سے..... حدیث شریف کی سب سے بلند پایہ اور سب سے مستند کتاب ”صحیح بخاری“ لکھانے کا کام لے لیا..... ایسا کام جو صدیوں سے زندہ ہے، روشن ہے اور حضرت امام کا نہ رکنے والا ”صدقہ جاریہ“ ہے.....

آج تمام دینی مدارس میں..... آخری سال کے طلبہ کو ”بخاری شریف“، پڑھائی جاتی ہے اور جب

وہ ”بخاری شریف“ پڑھ لیتے ہیں تو انہیں ”عالم و فاضل“ کی سند دے دی جاتی ہے..... اور بخاری شریف کے توسط سے..... ان کی علمی سند سیدھی ”مدینہ مدینہ“ تک پہنچتی ہے..... حضرت آقامدنی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے..... اہل علم فرماتے ہیں کہ..... امام بخاریؓ نے چھ لاکھ احادیث میں سے چھانٹ چھانٹ کر..... سات ہزار دوسوچھتر احادیث مبارکہ منتخب کیں اور ان سات ہزار دوسوچھتر احادیث مبارکہ کو..... اپنی کتاب ”صحیح بخاری“ کا حصہ بنایا..... اور اس میں اس قدر محنت اور اہتمام سے کام لیا کہ..... ہر حدیث شریف لکھنے سے پہلے غسل فرماتے دور کعت نماز ادا کرتے اور پھر ایک حدیث یا ایک باب لکھتے اس طرح سولہ سال کے عرصے میں آپ نے یہ کتاب مکمل فرمائی حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ تمام احادیث سند اور متن کے ساتھ امام صاحب کو زبانی یاد تھیں جبکہ آج یہ عالم ہے کہ کسی مسلمان کو..... سات احادیث بھی متن اور سند کے ساتھ یاد نہیں ہوتیں مسلمانوں کو چاہئے کہ احادیث مبارکہ کو یاد کرنے کی کوشش کیا کریں یہ حضرت آقامدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محبت بھری، حکمت بھری اور نور بھری با تین ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمائی ہیں دینی مدارس میں ”بخاری شریف“ کے اختتام پر..... ”ختم بخاری“ کے جلسے کاررواج بھی پڑ گیا ہے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور میں تو..... دسیوں ہزار افراد ”ختم بخاری“ کے اجتماع میں شریک ہوتے تھے مجمع اتنا ہوتا کہ مسجد، مدرسہ کے ساتھ ساتھ آس پاس کی گلیاں اور راستے بھی لوگوں سے بھر جاتے پھر جس طرح عام لوگوں کی عادت ہے ان اجتماعات میں کچھ منکرات بھی داخل ہو گئے تب ان مدارس کے حضرات اکابر نے ختم بخاری شریف کا اجتماع بند کر دیا مگر ہمارے ہاں پاکستان میں اکثر مدارس شرعی احکامات کا خیال رکھتے ہوئے ”ختم بخاری شریف“ کا اجتماع رکھتے ہیں اور ان اجتماعات میں حضرات اکابر علماء کرام بخاری شریف کی آخری حدیث شریف کا مفصل درس دیتے ہیں ابھی ”رجب“ کا مہینہ شروع ہونے والا ہے ختم بخاری کے یہ اجتماعات اکثر جگہ رجب کے مہینے میں ہوتے ہیں اگر آپ کو کسی اجتماع میں شرکت کا موقع ملتے تو ذوق و شوق سے ”درس حدیث“ سننے جائیں بات دور نکل گئی عرض

یہ کر رہا تھا کہ جب ”صلیبیوں“ کا اس دنیا پر غلبہ ہوا تو انہوں نے اسلامی حکومتیں ختم کر دیں
 بڑے بڑے مدارس بند ہو گئے مگر چونکہ دین کا علم سینوں میں موجود تھا تو حضرات علماء کرام نے
 اپنی استطاعت کے مطابق جہاں بن پڑا مدرسہ قائم کر دیا دارالعلوم دیوبند کا مدرسہ ایک
 درخت کے نیچے شروع ہوا صرف ایک استاذ اور ایک طالبعلم اسی طرح کئی علماء کرام نے اپنی
 مساجد میں مدرسے قائم کئے اور جہاں سختی زیادہ تھی وہاں زیرز میں سرگاؤں اور غاروں میں دینی
 مدارس چلتے رہے ظلم و جبر کا وہ دور تمام ہوا اور کچھ آزادی ملی تو عام مسلمانوں کے تعاون سے
 مدارس ترقی کرنے لگے اور افغانستان میں امارت اسلامیہ کے قیام نے مدارس کو بہت طاقت
 ، ترقی اور حوصلہ بخشنا اب پھر پاکستان میں گذشتہ چند سالوں سے مدارس کے خلاف سازشیں اور
 تدبیریں زوروں پر ہیں جبکہ ہندوستان میں بھی مدارس کے خلاف شکنجہ کرنے کی کوشش جاری
 ہے اہل ایمان کو چاہیے کہ مدرسہ کی قدر کریں ، مدرسہ کے مقام کو سمجھیں مدارس کے لئے
 دعاء کو اپنا مستقل معمول بنائیں اور مدارس کی جس حد تک بھی ممکن ہو خدمت اور حفاظت کریں
 اور اپنے بچوں میں سے سب سے بہترین اور سب سے ذہین بچوں کو مدارس سے تعلیم دلوائیں
 مدارس ہمیں دین سے جوڑتے ہیں مدارس ہمیں ”مَدِيْنَةٌ مَدِيْنَةٌ“ کی حقیقت سکھاتے ہیں اللہ
 تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ مدارس کے خلاف ہونے والی تدبیروں ، کوششوں اور سازشوں کو وہ
 اپنی ”قدرت کاملہ“ اور ”قوت قاہرہ“ سے ناکام فرمائیں گے مَكْرُوْا وَ مَكْرَ اللَّهُ وَ اللَّهُ خَيْرُ
 الْمَأْكِرِيْنَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى الْأَئِمَّةِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ

☆.....☆.....☆

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے اپنے دولت کدہ منتقل ہو گئے تو شروع میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذریعہ معاش نظر نہیں آتا اور اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ انصار مدینہ خصوصاً پڑوی انصار یوں نے اپنے خلوص و محبت و عقیدت و ارادت اور جذبہ ایثار کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت نبوی کے کھانے اور دیگر اخراجات کے سلسلے میں متذكر نہیں ہونے دیا۔ انصار کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے مرد اور عورتیں مختلف ہدایا (کھانے پینے کی چیزیں) بھیج کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرتے اور نظر التفات چاہتے تھے۔ حضرت انس

سماں مددیہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر میں

۲

رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم کے پاس ہدیہ دینے کے لیے کوئی چیز نہ تھی انہوں نے یہ حضرت اپنا بیٹا اس بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خدمت کے لیے پیش کر کے پوری کی۔ (ایضاً، ۱۹۳، ۱)

آپ کے تھیاں عزیز اور صاحب حیثیت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ

رضی اللہ عنہ اور اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت کا تو یہ عالم تھا کہ روزانہ بلا ناغہ ان کے کھانے کا پیالہ دولت کدہ نبوی میں پہنچتا تھا۔ (ایضاً)

انصار کی اس پر خلوص محبت کی تائید صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں موجود ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ:

قد کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیران من الانصار و کانت لهم منائع فکا
نوایمن حون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من البانهم فیسقینا۔

”رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند پڑوی انصار میں سے تھے جن کے پاس اونٹیاں تھیں وہ (از راہ محبت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دودھ بھیجا کرتے تھے تو وہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں پلا دیتے تھے۔“

(صحیح بخاری، کتاب الہبہ وفضلہا، ۷:۹۰، رقم ۲۳۲۸)

علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے انصار صحابہ زراعت کے پیشہ سے مسلک تھے۔ ان میں سے صاحب ثروت حضرات نے اپنے اپنے باغوں میں ایک ایک درخت کو نشان زدہ کر دیا تھا کہ اس کا پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگا۔ چنانچہ ہر سال کھجور کی فصل کاٹنے پر اس درخت سے جتنی کھجوریں حاصل ہوتیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا دی جاتیں۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، خطبہ نظام مالیہ و تقویم، ص ۲۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کھجوریں قبول فرماتے رہے مگر جب ۳-۴ میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کے املاک اور زرعی زمینیں بطور ”فیئے“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف آگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلصین انصار کے یہ باغات (درخت) ان کو واپس فرمادیئے تھے۔

انصار مدینہ کے یہ پر خلوص ہدیے اور نذرانے ان غلاموں و عقیدت مندوں کی تسكین خاطر عزت افزائی اور بلندی درجات کے لیے قبول کئے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال بچوں کی غذائی ضروریات کے لیے دودھ دینے والی کچھ بکریاں اور اونٹیاں ذاتی طور پر

خرید لیں تھیں اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔ (البلاذری، انساب الاشراف: ۵۱۲: ۱، تا
(۵۱۳)

ان بکریوں اور اوٹنیوں کے لیے شہر مدینہ کے مضائقات میں ایک چراگاہ معین کی گئی جہاں ایک صحابی رضا کارانہ طور پر ان جانوروں کی نگہداشت کرتے، انہیں چرانے کا فریضہ انجام دیتے اور روزانہ دو دھاس مقام سے مدینہ منورہ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہنچایا کرتے تھے۔ اہل خاندان اس دودھ کو استعمال کرتے تھے۔

۲ ہر میان المبارک میں غزوہ بدیر پیش آیا اور اس کے بعد غزوات کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہو گیا۔

دشمنان اسلام پر فتح کے نتیجہ میں ان کی املاک اور ساز و سامان غنیمت کے طور پر ہاتھ لگتا۔ اللہ کریم نے سابق انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے بر عکس اس مال غنیمت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور خاص حلال قرار دیا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

احلت لی الغنائم

”میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئیں“۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۲)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

فلم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذلک بان الله رای ضعفنا و عجزنا فی طبھا لنا۔

”ہم سے قبل کسی کے لیے یہ غنیمتیں حلال نہ تھیں۔ اللہ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا تو غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔“

(مسلم، باب تخلیل الغنائم الہنڈہ الامۃ خاصہ، ۱۳۶۶: ۳، رقم ۱۷۲)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لیے یہ ایک آمدن کا ذریعہ بن گیا۔ قرآنی ہدایات کے مطابق جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوتا اس کا ۵٪ حصہ (خمس) نائب

اہی سربراہ مملکت اور رسول خدا ہونے کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سرکاری) تحویل میں آتا اور باقی ۵/۲۳ حصہ (منقولہ) مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ کل مال غنیمت کا ۵/۱ حصہ میں اللہ کریم نے پانچواں حصہ یعنی کل کا ۱/۲۵، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص فرمادیا۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

واعلموا انما غنمتم من شیی فان اللہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی
والمسکین وابن السبیل۔

”اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے) قرابت داروں کے لیے (ہے) اور یتیمیوں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے“۔ (الانفال: ۲۱)

تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف شریک ہوتے بلکہ امیر الشکر بھی ہوتے تھے۔ اس لیے مال غنیمت کا ۵/۲۳ حصہ جو مجاہدوں اور غازیوں میں پیدل اور سوار میں تھوڑے سے فرق (پیدل کے لیے ایک اور سوار کے لیے دو حصے) کے ساتھ تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں دیگر مجاہدین کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی برابر کا حصہ ملتا۔ یوں مال غنیمت سے ملنے والا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدن کا ایک معقول ذریعہ تھا۔

بعض غزوات میں تو کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا مثلاً صرف ہوازن سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں واقدی اور ماوردی کی صراحت کے مطابق چھ ہزار غلام و باندیاں، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوپریہ چاندی تھی۔

(واقدی، کتاب المغازي، ۳: ۹۳۳)

3 میں جب غزوہ احد پیش آیا تو اس میں اگرچہ مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا تھا تاہم اللہ کریم نے اپنے وعدہ

ومن يتق الله يجعل له محرز جاوی رزقہ من حيث لا یحتسب۔

”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرمادیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے۔ جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا“۔ (الطلاق، ۲: ۳)

کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے اس موقع پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچایا۔ جس کا بظاہر دور دوستک کوئی امکان اور گمان تن نہ تھا۔ چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ مخیریق نامی یہودی بنو نصیر میں ایک معتبر عالم تھا۔ اس کے پاس سات زمینیں یا سات باغات تھے۔ غزوہ احمد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا یا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوئے اور وصیت کی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے ساتوں باغات (بمع زمین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے۔ چنانچہ وہ شہید ہو گئے تو ان کے سارے باغات حسب وصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم کی ملکیت میں آگئے۔ (الماوردی، احکام السلطانیۃ، ص ۲۷۲)

(جاری ہے.....)

☆.....☆.....☆

امن

امن کے لئے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے امن کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا امن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان اور ہر جن کو ایمان کی دعوت دی امن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف عطا فرمایا مگر دنیا کی اکثریت امن کے ان جھروں سے کٹ گئی اور پھر ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب لاشوں کی صفائی کے لئے زمین پر بڑے بڑے واقعات ہوں گے اور پھر ایمان والوں کو ایک بار پھر دنیا کی قیادت دے دی جائے گی مگر ہم اس وقت جس مرحلے میں ہیں وہ بڑی آزمائش والا ہے بظاہر دور دوستک کوئی روشنی نظر نہیں آ رہی ظاہری انتظام ایسا ہے کہ صدیوں تک مسلمانوں کی اسلامی حکمرانی کا کوئی امکان ہی نہیں اس مرحلے پر قدم ڈگ کا جاتے ہیں انسان پہلے جہاد سے کٹتا ہے اور پھر اسلام سے ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے اس وقت جو چیز ہمیں بچا سکتی ہے وہ ہے دل کا ایمان دل کی روشنی دل کی طاقت اور دل کا غور و فکر ہاں دل کی اپنی آنکھیں ہوتی ہیں اور دنیا کی سب سے طاقتور دو ربینوں سے بھی زیادہ دور دیکھ سکتی ہیں

ایمان لانا ہے مگر.....

ایمان کی حقیقت کہاں سے معلوم ہوگی.....

ہر طرف فتنوں کے سیلا بہیں ان سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟.....

جہالت کے اندر ہیروں میں ہدایت کی روشنی کہاں سے ملے گی؟.....

مسائل کے طوفان..... راہ نجات کہاں؟.....

دنیا میں عزت، مقام، سر بلندی اور آزادی چاہیے.....

مگر اس کا نصاب؟.....

ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے.....

القرآن.....

اور یقینی جواب ہے..... ہر شک و شبہ سے بالاتر.....

باب العلم، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی یہ آئیے!"

روایت پڑھیں.....

"حارث الاعور کہتے

ہیں کہ میں مسجد

میں داخل ہوا تو

میں نے دیکھا

کہ لوگ فضول

کہانیوں میں مشغول

میں سیدنا علی المرتضی رضی

اللہ عنہ کی یہ

الْقُرْآن

خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے

ماجراء عرض کیا: کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لوگ قصے کہانیوں میں مشغول ہو چکے

اللہ عنہ کی

.....ہیں؟

حضرت علیؐ نے فرمایا: کیا واقعی لوگ ایسا کرنے لگے ہیں؟

میں نے عرض کیا: جی اے امیر المؤمنینؑ

آپ نے فرمایا: میں نے تو نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرمار ہے تھے کہ عنقریب لوگ فتنے میں بنتا ہوں گے.....

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے نجات کا ذریعہ کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن.....

اس میں تم سے پہلے گزر چکے لوگوں کے واقعات بھی ہیں اور تمہارے بعد کے زمانے کے حالات بھی.....

تمہارے باہمی معاملات کے فیصلے بھی اس میں مذکور ہیں.....

وہ پکی اور حنی بات ہے مذاق نہیں.....

جو شخص تکبر کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا.....

اور

جو اس کے علاوہ کہیں ہدایت یا علم کو تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا.....

یہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسمی اور حکمت والا ذکر ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے.....

قرآن ہی وہ کتاب ہے جس سے خیالات میں کبھی نہیں آتی.....

زبانیں اس میں گڑ بڑ (تحریف) نہیں کر سکتیں.....

اہل علم اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے..... بار بار پڑھنے سے یہ کتاب پرانی نہیں ہوتی.....

اس کے حیرت انگیز مضمایں کبھی ختم نہیں ہوتے.....

یہی وہ کتاب ہے جس سے جنات نے سنا تو بے اختیار پکارا ٹھی.....

”بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف بلا تا ہے، سو ہم اس پر ایمان لائے“ (ابن حجر)

جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچ کہا.....
اور جس نے قرآن پر عمل کیا اس نے اجر و ثواب پایا.....
جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا عدل کیا.....
اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی وہ سید ہے راستے کی رہنمائی کیا گیا..... (جامع الترمذی
ابواب فضائل القرآن)

ضرورت کی کوئی چیز رہ گئی جو قرآن میں نہیں رکھ دی گئی؟.....
یقیناً کوئی بھی نہیں.....

ایک ایک سطر کو دل کی آنکھ سے پڑھیں اور دماغ میں اتاریں.....
ہم ان سب چیزوں کے محتاج ہیں.....
ایمان سے انصاف تک.....

ہدایت سے دعوت تک.....
فتنوں سے مسائل تک.....

ہر چیز کی رہنمائی صرف قرآن سے ہی ملے گی.....
ان لوگوں کی بات نہ سئیں جو قرآن سے کامٹتے ہیں اور.....

مسائل کے حل کے لئے کسی اور طرف بلا تے ہیں.....
وہ امت کے خیر خواہ نہیں..... دوست نہیں.....
بدخواہ ہیں..... دشمن ہیں.....

وہ خود ہدایت سے محروم ہیں اور دوسروں کو کرنا چاہتے ہیں.....
ان کے پاس خالی باتیں اور بودی دلیلیں ہیں.....

جبکہ قرآن سب سے بڑی جھٹ..... سب سے مضبوط دلیل اور سب سے پکی بات ہے
اللہ تعالیٰ نے عزت و سر بلندی قرآن میں رکھی ہے۔ قرآن تھامنے والوں کو ہی ملتی ہے
حدیث شریف کا مفہوم ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو عزت سے نوازے گا اور دوسروں کو
پست کر دے گا (صحیح مسلم)

یعنی کتاب سے محبت کرنے والے عمل کرنے والے اس کی طرف دعوت دینے اور اس
کے غلبے کی محنت کرنے والے عزت پائیں گے

اور اسے چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا لینے والے ذلیل و رسوا ہو جائیں گے
اس لئے دعوت ہے کہ ہم سب قرآن کی طرف لوٹیں

اس کے الفاظ سیکھیں اور احکام جانیں

اس کی تلاوت کریں اور اس پر عمل

اس کی طرف بلا نہیں اور اس کے غلبے کی محنت کریں

اس کا ہر حکم اپنی ذات پر نافذ کریں اور پھر زمانے بھر پر نافذ کرنے کی فکر

اور ہاں! چونکہ یہ ہمارے خالق و مالک کا کلام ہے اس لئے اس کی عزت، حرمت اور تقدس پر مر
مٹنے کا سچا جذبہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے

ہماری زندگی قرآن کی طرف کیسے لوٹ جائے؟

آئیے! اس کا ایک سادہ اور آسان نصاب پڑھتے ہیں جو تحریر فرمودہ ہے ہمارے مرشد و مرbi
حضرت امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کا

”کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہم قرآن پاک کو کیسے پاسکتے ہیں؟ ہم اللہ پاک تک پہنچانے والے اس
نور کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟ ہم دنیا آخرت میں کام آنے والی اس نعمت کو کیسے پاسکتے ہیں قرآن
پاک کے پانچ حقوق کون سے ہیں؟ کیا ہم نے انہیں ادا کیا؟

اس نصاب کے پانچ اجزاء یا لازمی حصے ہیں.....

(۱) یقین (۲) ادب (۳) تلاوت (۴) عمل (۵) دعوت

یعنی قرآن پاک پر مکمل ایمان لانا اور اس کی ہر بات پر یقین رکھنا، قرآن پاک کا ہر طرح سے ادب کرنا، اس کے الفاظ کا، اس کے اوراق کا، اس کے درس کا، اس کے حاملین کا..... الغرض قرآن پاک کے ساتھ جس چیز کی بھی نسبت ہو اس کا ادب کرنا..... قرآن پاک کی درست تلفظ کے ساتھ خوب خوب تلاوت کرنا..... رات بھی اور دن بھی..... سفر میں بھی اور حضر میں بھی، مجالس میں بھی، تہائی میں بھی، نماز میں بھی، اور بازار میں بھی..... قرآن پاک پر پورا پورا عمل کرنا یعنی اپنا عقیدہ، اپنا نظریہ اور اپنا عمل قرآن پاک کے مطابق بنانا..... اور اپنی اجتماعی زندگی میں قرآن پاک ہی کو اپنارہبر بنانا..... اور ہر قدم پر پہلی رہنمائی اس سے لینا، اور پھر قرآن پاک کی دعوت کو..... پوری دنیا تک پہنچانا اور روئے زمین کو..... قرآنی نظام کا تابع بنانا..... آپ یقین کریں ہم یہ پانچ کام (ان شاء اللہ) کر سکتے ہیں..... بشرطیکہ..... ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیں اور اپنی قبر اور آخرت کو سنوارنا چاہیں..... اور ہمارے دل و دماغ پر..... اسلام کی عظمت کا جذبہ سوار ہو.....

☆.....☆.....☆

حیا

یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاص مزاج کیا ہے تو ہمیں یہ ماننے میں ذرا دیر بھی نہیں لگے گی کہ ہمارے دین اسلام کا خاص مزاج شرم و حیاء ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، اخلاق و عادات، لباس اور زندگی کے دیگر سب کاموں پر ہی شرم و حیاء کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

صحیح احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا کہ شرم و حیاء صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ پہلے تمام آسمانی مذاہب کی تعلیم میں بھی اس پر خاص توجہ دی گئی تھی اور بے شرمی و بے حیائی کی برائی اور مذمت بیان کی گئی تھی۔ سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھیں تو صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ شرم و حیاء انسانی فطرت کا حصہ ہیں اور شیطان کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ انسان کو شرم و حیاء کے بجائے عریانیت یعنی ننگے پن میں بیٹلا کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بنایا ہے، اسی لیے آپ کی تعلیمات میں ہر زمانے کے حالات میں رہنمائی کا وافر سامان میسر ہے، اگر کہیں کمی ہو سکتی ہے تو وہ رہنمائی لینے والوں میں ہو سکتی ہے، خود ان تعلیمات میں کہیں کوئی کمی اور عیب نہیں ہے۔ آج کی مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صرف دو ایسی احادیث اور ان کی تشریح پڑھتے ہیں جن میں ہمارے زمانے کے لیے لحاظ سے بہترین ہدایت موجود ہے۔

(1) اُم المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ایسی حالت میں بھی ہلاک ہو سکتے ہیں، جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! جب (گناہوں کی) گندگی زیادہ ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کو نقل کرنے والی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زوجہ ہیں، جن کا ناکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا۔

یہ سوال حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس لیے کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا جون و ماجون کے فتنے اور ان کی طرف سے پیش آنے والے شر و فساد کا ذکر کیا، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خیال فرمایا کہ ابھی تو اتنے صحابہ ہیں اور بہت سے نیک، صالح و متقدی و مقرب لوگ زندہ ہیں اور خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، تو اس فتنے سے ڈر و خوف کی کیا وجہ؟ کیا ان نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں! ایسا ہو سکتا ہے، جب کہ خبث زیادہ ہو جائے ”تحبّث“ خا اور با کے فتح کے ساتھ ہو، تو اس کے معنے ہیں: فسق و فجور اور بُرائی؛ یعنی کفر و شرک اور



معصیت زیاہ ہو جائے۔ اور بعض نے خُبُث خاپر پیش اور باپر جزم کے ساتھ پڑھا ہے، جس کے معنے ہیں:

”بے حیائی“ دونوں کا نتیجہ و مقصود ایک ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

غرض یہ کہ نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی برائی اور فسق و فجور زیادہ ہو جائے، تو ایسا ہو سکتا ہے کہ بُروں کے ساتھ ان صالحین و متقین کو بھی ہلاک کر دیا جائے؛ چنانچہ ملاعِل قاری لکھتے ہیں: ”مقصود یہ ہے کہ جب مثلاً: آگ کسی جگہ پڑتی ہے اور بھڑک اٹھتی ہے، تو وہ خشک و تر، دونوں کو کھائی جاتی ہے اور ناپاک و پاک، سب پر حاوی ہو جاتی ہے اور مومن و منافق اور مخالف و موافق میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ (مرقاۃ المفاتیح)

ہاں! جب قیامت میں اٹھایا جائے گا، تو اچھوں کو ان کے اچھے اعمال کے موافق اور بُروں کو ان کے برے اعمال کے موافق جزا اوسرا ہوگی؛ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت کعبے کو ڈھانے کے لیے نکلے گی، جب وہ ایک میدان میں ہوں گے، تو وہاں کے سب لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! سب کو کس طرح دھنسا دیا جائے گا، جب کہ ان میں بُرے بھی ہوں گے اور وہ بھی، جوان میں سے نہیں ہیں؟!! (یعنی اچھے لوگ بھی ہوں گے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کو دھنسا دیا جائے گا؛ پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو اٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری)

معلوم ہوا کہ دنیا میں اچھے لوگ اگر برائی کو دور نہ کریں گے اور بُروں اور برائیوں کی کثرت ہو جائے گی، تو عذاب میں سب گرفتار ہوں گے؛ یہ بڑا فتنہ اور مصیبت ہے۔ اس مضمون پر قرآن کی ایک آیت بھی شہادت دیتی ہے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْنِكُمْ خَاصَّةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: اور بچتے رہو اس فساد سے جو تم میں سے خاص ظالموں ہی پر نہیں آئے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورۃ الانفال: ۲۵)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”اور جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے، اسی طرح یہ بھی طاعت واجبہ میں داخل ہے کہ بقدر وسعت دُوسروں کی اصلاح میں بہ طریق امر بالمعروف و نہی عن المنکر، بالید یا بالسان، ترک اختلاط یا انفرت بالقلب

، جو کہ آخری درجہ ہے، کوشش کرو! ورنہ در صورتِ مداہنت، ان منکرات کا و بال جیسا مرتكبینِ منکرات پر واقع ہوگا، ایسا ہی کسی درجے میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا۔ جب یہ بات ہے، تو تم ایسے وبال سے پچوکہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا، جو تم میں ان گناہوں کے مرتكب ہوئے ہیں؛ (بل کہ ان لوگوں کو دیکھ کر جنہوں نے مداہنت کی ہے، وہ بھی اس میں شریک ہوں گے اور اس سے بچنا یہی ہے کہ مداہنت مت کرو) اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (ان کی سزا سے خوف کر کے مداہنت سے پچو!)۔ (بیان القرآن)

غرض یہ کہ اہل دین و اہل صلاح کی ذمہ داری ہے کہ دین و صلاح کو غالب رکھیں اور بے دینی اور فساد کو مغلوب کرنے کے لیے جدوجہد کرتے رہیں، اگر ان لوگوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور فساد اور بے دینی کا غالبہ ہو گیا، تو اس کی وجہ سے سب کو عذاب میں گرفتار کر لیا جائے گا۔

(2) ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:

لوگوں پر بہت سال ایسے آئیں گے، جن میں دھوکا ہی دھوکا ہوگا، اس وقت جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا، بد دیانت کو امانت دار تصور کیا جائے گا اور امانت دار کو بد دیانت اور رُؤیضہ (گرے پڑنے نا اہل لوگ) قوم کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔ عرض کیا گیا: رُؤیضۃ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: وہ نا اہل اور بے قیمت آدمی، جو عام لوگوں کے اہم معاملات میں رائے زنی کرے۔ (مسند احمد۔ سنن ابن ماجہ)
اس حدیث میں چند امور بیان کیے گئے ہیں:

1) ”سَيَّاهِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ حَدَّاعَاتٌ“ (یعنی لوگوں پر چند سال ایسے آئیں گے، جو خداعات ہیں)

حَدَّاعَاتٌ لفظ ”خداع“ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور ”خداع“ کے معنے: دھوکہ دینے کے ہیں اور سَنَوَاتٌ حَدَّاعَاتٌ کے معنے ہوئے ”بہت دھوکہ دینے والے سال“ اس کی شرح میں بعض علمانے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بارش تو خوب ہوگی، جس سے پیداوار میں کثرت کی امید بند ہے گی؛ مگر جب وقت آئے گا، تو کچھ بھی پیداوار نہ ہوگی اور قحط پڑ جائے گا، یہی ان سالوں کا دھوکہ ہوگا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ”حَدَّاعَاتٌ“ کا لفظ ”خدع الراقِ“ سے مانوذ ہے، یہ اس وقت بولتے ہیں

جب ”منہ کا تھوک خشک ہو کر بدبو ہونے لگے“ اور سنت اٹ خَدَّ اعْمَاث کا مطلب یہ کہ بارش کی کمی کی وجہ سے کھیتیاں اور باغات اور نندی نالے سب خشک ہو جائیں گے۔

اور بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ ”سنت اٹ خَدَّ اعْمَاث“ کو لغوی معنے پر محمول کرتے ہوئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایسے سال آئیں گے، جن میں دھوکہ اور فریب زیادہ ہو جائے گا، مکروہ جل کی گرم بازاری ہوگی اور سچ و جھوٹ، کفر و ایمان اور حق و باطل میں امتیاز دشوار ہو جائے گا اور یہ تشریع حدیث میں آئے ہوئے اور جملوں سے مطابق و متوافق بھی ہو جائے گی جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور سال کو خداع و دھوکے باز کہنا، مجازاً ہے، مراد اہل زمانہ ہیں کہ اس زمانہ کے لوگ دھوکہ اور فریب کے عادی؛ بل کہ ماہر ہو جائیں گے، جیسا کہ آج بھی یہ کیفیت مشاہد و محسوس ہو رہی ہے؛ پہلے دھوکہ بازی کو دھوکہ بازوں اور مکاروں کی جماعت میں دیکھا جاتا تھا اور اب ان میں بھی دیکھا جا رہا ہے، جو اہل دین و اہل دیانت کہلاتے ہیں؛ حتیٰ کہ اہل علم میں علمائے سوکا گروہ دین میں غیر دین اور سنت میں بدععت کی ملاوٹ کر رہا ہے، جس سے ایک خالی الذہن متلاشی حق کو تلاشِ حق کی راہ میں رکاوٹ پیش آتی ہے؛ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہمیشہ علمائے حق کے ایک گروہ کو علمائے سوکی جاری کر دہ و پیدا کر دہ بدعات و خرافات اور تحریفات و تاویلات کی نقاب کشائی اور ان کی اصیلیت و حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے تیار رکھتے ہیں اور وہ دلائل و برائین کی روشنی میں ان کا قلع قمع کرتے رہتے ہیں؛ تاہم انجانے لوگوں کے لیے علمائے سوکی تحریفات و تاویلات اور دین میں ایجادات واحد اثاثت حیراں و سرگردان کر دیتے ہیں۔

اس حدیث میں دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ:

(۲) يَكْذِبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُصَدِّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ (یعنی اس زمانے میں سچے آدمی کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا)۔

مطلوب یہ ہے کہ سچ و جھوٹ میں اور سچے اور جھوٹے میں امتیاز مشکل ہو جائے گا، جس کی وجہ سے لوگ سچ کے بارے میں شک کرنے لگیں گے اور اس کو بھی جھوٹا سمجھ لیں گے اور اس کا اعتبار نہ کریں گے اور جھوٹے لوگوں کا امتیاز نہ ہو سکنے کی وجہ سے، ان پر اعتماد کر لیں گے اور ان کو دھوکے سے سچا خیال کر پڑھیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جھوٹے لوگ ایسی چکنی چپڑی بتیں اور فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیں گے کہ لوگ ان کو سچا

سمجھیں گے اور ان پر اعتماد کر لیں گے اور جب ان پر اعتماد کر لیں گے، تو نتیجہ سچوں کو جھوٹا اور ناقابل اعتبار سمجھیں گے۔

اس حالت کا بہت کچھ اندازہ ہمارے زمانے میں بھی ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ آج بھی سچ اور جھوٹ میں امتیاز مشکل ہو گیا ہے اور جھوٹ اور مکار لوگ مختلف ذرائع اور تدابیر سے اپنے جھوٹ کی نشر و اشاعت اور اس کو ماننے کی ترغیب و دعوت دے رہے ہیں اور سچ لوگوں کی نظر میں ناقابل اعتماد اور مشکوک بننے ہوئے ہیں، اس کی زندہ اور تازہ مثال یورپی و مغربی وہ قوتیں ہیں جو دنیا بھر کے کئی ممالک میں اپنی قوت و طاقت کے نش میں دھت ہو کر دہشت گردی کر رہی ہیں اور دنیا والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے جھوٹ کو سچ باور کرتی ہیں اور خود ہزاروں ہزار بے خطاء اور معصوم انسانوں پر ظلم ڈھا کر دہشت گردی کا کھیل کھیاتی ہیں، مگر اپنی اس اصلی دہشت گردی کو اس نے امن عالم اور انسانیت نوازی کا جھوٹا نام دے رکھا ہے۔ چنانچہ اس صورت حال میں ”يَصَدِّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذِّبُ فِيهَا الصَّادِقُ“، کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح ”بی-جے-پی“، اور وشاہندو پریشد (VH ترجمہ) وغیرہ آئے دن مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، کشمیر پر ظالمانہ قبضہ و جاریت مسلسل جاری رکھی جا رہی ہے اور اسی طرح ”بابری مسجد“، کو شہید کر کے اپنی دہشت گردی کا کھلا اور ننگا ناقچ دکھا چکے ہیں؛ مگر دنیا ان کو دہشت گرد کہنے کے بہ جائے دنیا بھر میں اسلامی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے اور اہل مدارس کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ فیالمحب !

اور اس مبارک حدیث میں تیسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ:

۳) وَيَحْوَنُ فِيهَا الْأَمْيَنُ وَيُؤْتَمُ فِيهَا الْخَائِنُ (اس زمانے میں امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھ لیا جائے گا۔

اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ جھوٹ اور مکرو弗ریب اس قدر بڑھ جائے گا کہ امانت دار کوں ہے اور خائن کون ہے؟ اس میں امتیاز مشکل ہو جائے گا اور لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے اور امانت دار کو بھی شک کی وجہ سے خائن سمجھ لیں گے اور خائن کو اس کی دھوکے کی باتوں سے متاثر ہو کر امین سمجھ لیں گے، یہ صورت حال بھی آج معاشرے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے

دوباتیں بیان فرمائیں: ایک تو میں نے دیکھ لی، دوسری کا انتظار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں میں رکھ دی گئی ہے؛ پھر انہوں نے قرآن و سنت کو سیکھا؛ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کے اٹھ جانے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھا لی جائے گی، تو اس کا اثر صرف ایک دھبے کی طرح رہ جائے گا؛ پھر آدمی سوئے گا اور باقی حصہ بھی اٹھا لیا جائے گا اور اس کا اثر صرف ایسا رہ جائے گا جیسے تو اپنے پاؤں پر چنگاری گرا بیٹھے اور دیکھنے پر آبلہ نظر آئے؛ لیکن اس کے اندر کوئی چیز نہ ہو، صحیح ہونے پر لوگ خرید و فروخت کریں گے، تو انہیں ایک بھی امانت دار نہیں ملے گا؛ بل کہ یوں کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں فلاں شخص امانت دار ہے۔ (صحیح البخاری)

اس حدیث میں ایک آخری اہم بات یہ بیان ہوتی ہے کہ:

4) ازویبضہ (گرے پڑے نااہل لوگ) قوم کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔

رُؤيَبضَة "ربض" سے ہے اور "رَابِضَة" کی تصریح ہے اور "ربض" کے معنے عاجز ہونے کے ہیں اور رُؤيَبضَة کے معنے ہیں: "عالی امور کے حاصل کرنے سے عاجز"؛ یعنی نکما اور ناقابل انسان اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ "الرجل التاذف"؛ یعنی کم عقل آدمی، جو عام لوگوں کے معاملات میں رائے زنی کرتا ہو اور ایک حدیث میں "الفویسق" سے اس کی تفسیر آئی ہے؛ یعنی فاسق و گنگار، جو معاملات ملیہ میں رائے زنی کرے، اس میں اشارہ ہے کہ آخری زمانے میں قیامت کے قریب مسلمانوں کے ملی امور، جاہل و فاسق لوگوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے اور وہ اپنی جہالت و فسق و فجور کی وجہ سے غلط اور غیر دانش مندانہ فیصلے کریں گے اور ملت کو تباہ و بر باد کریں گے اور آج یہ بات بھی کھلی آنکھوں دیکھی جا رہی ہے کہ ہر بڑے چھوٹے ملی و دینی اداروں پر فساق و فجور اور جاہلوں کا قبضہ ہے اور علماء و صلحاء ان کے تابع و مکوم ہیں اور اس کی وجہ سے ملت تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔

اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُورِ أَنفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نفسوں اور ہمارے برے اعمال کے شروع سے ہمیں محفوظ بنا

۔ دے۔



برکت

کیا آپ نے زندگی میں کبھی ایسا محسوس کیا ہے کہ
آپ کا وقت گزر جاتا ہے اور آپ کے کام نتیجہ خیز
نہیں ہو پار ہے؟ آپ بظاہر مصروف تو بہت
ہیں لیکن آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی زندگی میں کچھ
کمی ہے؟ کیا ایسا ہوتا ہے کہ آپ صبح وقت پر
بیدار نہیں ہو پار ہے، اسکول یا کام پر جاتے تو ہیں
لیکن رو بوٹ کی طرح دن گزر جاتا ہے؟ آپ کے شب و
روز میں بُدھی و بُتری نظر آتی ہے؟ زندگی مخصوص دائروں میں
گھوم رہی ہے؟ ماہ و سال گزرتے جا رہے ہیں اور آپ جن مقاصد کا حصول چاہتے
ہیں وہ پورے ہوتے نظر نہیں آ رہے؟ آپ معاشی طور پر استحکام چاہتے ہیں لیکن وہ بھی نہیں آپارہا؟

ہم میں سے بہت سے لوگوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ایک دن میں ہمارے کاموں کے لئے 24 گھنٹے
کافی نہیں ہیں۔ زندگی جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی ہے، آپ کی ذمہ داریاں بھی مزید بڑھتی جاتی ہیں، لیکن آپ
ان ذمہ داریوں سے اچھی طرح عہدہ برآ نہیں ہو پار ہے ہوتے۔ اگر آپ کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے یا ایسا ہوتا
ہے تو اس کی وجہ عموماً نہیں ہوتی کہ آپ کا کام بہت زیادہ ہے بلکہ اس کا سیدھا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ
کے وقت میں برکت نہیں ہے اور آپ اوقات کو منظم کرنے کے فن سے آشنا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر
انسان کو دن میں چوبیس گھنٹے ہی دیئے ہیں لیکن آپ یہ دیکھتے ہیں کہ ان ہی چوبیس گھنٹوں کو استعمال کر کے
بہت سے افراد اور اقوام بہت کچھ کر جاتے ہیں جبکہ بہت سے لوگ اس وقت سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔

یہ وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ایک بیش قیمت تخفف ہے اور اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس ملنے والے قیمتی تخفف کا
استعمال کیسے کرتے ہیں۔ اور آیا ہم اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے، اپنی اور اپنے متعلقین کے
معاملات کو نجھانے، کار و بار یا ملازمت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے وغیرہ تک جو کچھ ہم کرنا چاہتے ہیں وہ ہم
اچھے طریقے سے کر پاتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ آپ کے وقت میں برکت ہے یا نہیں؟

مثال کے طور پر آپ کو فخر کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا ہے، آپ روزانہ کی بنیاد پر اپنے کاموں کو ختم کرنے
سے قادر ہیں یعنی آپ کے کام دن کے اختتام پر نامکمل رہ جاتے ہیں، آپ ان چیزوں میں زیادہ وقت گزار

دیتے ہیں جن سے آپ کو کوئی دنیوی یا آخری فائدہ نہیں ہوتا ہے، آپ کو اپنی زندگی میں بے اطمینانی اور بے برکتی کا احساس رہتا ہے، آپ اپنے گھر کی، دفتر کی اور دین کی ذمہ داریاں ادا کرنا چاہتے ہیں لیکن کرنے میں پا رہے۔ برکت ہے کیا؟ کم وسائل کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کا حصول، کم وقت میں بہت کچھ کر جانا اور تھوڑی کوشش کے ساتھ زیادہ بہتر نتائج کا آجانا جو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ ”میرے وقت میں برکت نہیں ہے، آج کل تو پسے میں برکت نہیں ہے، نیند بھی بھیک سے نہیں ہو رہی، سو جاتا ہوں لیکن ایسا لگتا ہے کہ نیند میں بھی برکت نہیں ہے، پتا ہی نہیں چلتا وقت کہاں گزر جاتا ہے اور کام سارے ویسے کے ویسے ہی پڑے رہ جاتے ہیں۔“ ایک جید عالم دین نے ایک مرتبہ ایک عجیب بات کہی۔ کہنے لگے کہ برکت کسی بھی چیز کے ساتھ اللہ کا خاص انعام ہے الہذا اگر کسی کم چیز میں برکت ہوگی تو اس میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر کوئی چیز پہلے ہی زیادہ ہے تو اس میں فائدہ بہت بڑھ جائے گا اور برکت کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ تم یہ دیکھو گے کہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کے بہت سارے کام لے لیں گے، خواہ بظاہر اس کے اندر دنیا کے مروجہ اصولوں کے مطابق قابلیت ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ کے ہاں قابلیت سے زیادہ قبولیت معنی رکھتی ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ برکت کوئی کھو یا ہوا خزانہ نہیں ہے بلکہ یہ آج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ خزانہ نہ صرف دستیاب ہے بلکہ اگر کوئی چاہنے والا ہو تو اس کے کام آنے کو بھی تیار ہے۔

بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی سے برکت کے حصول کے لئے کچھ چیزیں سیکھی ہیں اور اپنی زندگی میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ انہی میں سے چند چیزوں / کاموں کی فہرست ذیل میں لکھ دیتا ہوں لیکن یہ کوئی مکمل فہرست نہیں ہے اور اس کے علاوہ بھی چیزیں ہوں گی جن سے برکت کا حصول ممکن اور آسان ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کم سے کم چیزیں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے بغیر برکت کا حصول ممکن نہیں ہو پائے گا۔

1) صحیح نیت کا ہونا: اگر آپ برکت کا حصول چاہتے ہیں تو اپنے ہر کام کے اندر اللہ کو راضی کرنے کی نیت کریں۔ اللہ کے فضل سے ان کاموں میں برکت ہونا شروع ہو جائے گی۔

2) اللہ تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ: اللہ تعالیٰ سورہ طلاق میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتِسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا، اور اسے ایسی جگہ سے رزق

عطاء کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے کام بنانے کے لئے کافی ہے)

ہر کام کرتے ہوئے اللہ پر یہ یقین رکھیں کہ وہ یہ کام کروادے گا اور راستے بنادے گا۔

3) روزانہ قرآن کریم کی تلاوت: آپ یقین کریں کہ قرآن کریم کی روزانہ تلاوت برکت کا بہت بڑا سرچشمہ ہے لیکن کم ہی لوگ اس چشمے سے پانی پیتے ہیں۔ آپ روزانہ قرآن پڑھنے کا معمول بنالیں اور اپنی آنکھوں سے اپنی زندگی میں برکت کا مشاہدہ کر لیں۔ آپ قرآن کی تلاوت سے جتنے دور ہوں گے، یہ بات یقینی ہے کہ آپ کی زندگی میں برکت اتنی ہی کم ہوگی۔ تلاوت کے لئے ایک مقدار کا تعین کر لیں، ایک پارہ، آدھا پارہ، ایک رو ع یا جو بھی آپ مستقل بنیادوں پر کر سکیں۔ یہ نہ ہو کہ جوش میں آئے تو تین پارے پڑھ لئے اور نہ پڑھے تو مہینوں مہینوں نہ پڑھے۔

4) ہر کام سے پہلے بسم اللہ کہنا: اللہ کے نام سے ہر کام شروع کریں بلکہ اکثر معمولات زندگی کی دعائیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے سکھائی ہیں وہ یاد کر لیں اور اپنے معمولات کا حصہ بنالیں۔

5) اپنے دستِ خوان کو وسیع کریں: ہر وہ شخص جو لوگوں کو گھر پر بلاتا ہے، دعوت کرتا ہے اور کھلاتا پلاتا ہے او وہ اس بات کو سمجھتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اگر گھر میں چھا افراد ہیں تو کھانا سات یا آٹھ یا دس افراد کا بنائیں اور اضافی کھانا دوسروں لوگوں کو کھلانیں۔ جو آپ کے بہن بھائی، عزیز واقارب، پڑوی، نوکر چاکر میں سے، یہاں تک کہ رستے سے گزرنے والا کوئی فرد بھی ہو سکتا ہے۔

6) اپنے کام اور کاروبار میں ایمانداری: آپ ملازمت کرتے ہیں یا اپنا کام کرتے ہیں، اس میں ایمانداری کو سرفہرست رکھیں۔ دیتے ہوئے زیادہ دے دیں اور لیتے ہوئے کم پر راضی ہو جائیں۔ صرف اپنے حقوق کی ہی فکر نہ کریں بلکہ اپنے فرائض کو احسن طریقے سے انجام دیں۔ آج ہم سب اپنے حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن شاذ ہی فرائض کو پورا کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ نتیجہ معلوم! زندگی سے برکت ختم ہو جائے گی اور معاشرے میں آپ کو ہر سو ایک بے چینی اور بے اطمینانی نظر آئے گی۔

7) دعاء پڑھیں نہیں بلکہ مانگیں: ہم عام طور پر دعائیں پڑھتے ہیں، مانگتے نہیں ہیں۔ مانگنا اسے کہتے ہیں جیسے ایک بچہ کسی کھلونے کے لئے اپنے والدین سے لگ لپٹ کر مانگتا ہے، پیچھے لگ جاتا ہے، روتا ہے، ضد کرتا ہے۔ اللہ سے با تینیں کریں، مر گوشیاں کریں، مانگیں اور دیکھیں کیسے کام ہونا شروع ہوتے ہیں۔

8) اہل رائے لوگوں سے مشورہ کریں: زندگی کے اہم معاملات میں اہل رائے لوگوں سے جن پر آپ بھروسہ کرتے ہیں اور جوان معاملات کے ماہرین بھی شمار ہوتے ہوں، سے مشورہ کریں کیونکہ مشورے میں برکت ہوتی ہے۔ یہاں یہ خیال رہے کہ مشورے کے لئے لوگوں کا چنانچہ صحیح ہونا چاہئے۔

9) استخارہ کریں: ہر اہم معااملے میں استخارہ کریں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے ہمارے لئے یعنی اللہ سے مشورہ کرنا، سبحان اللہ! اور پھر دل جس طرف مطمئن ہو وہ قدم اٹھالیں۔ یاد رہے کہ استخارے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کوئی خواب آئے گا اور اس میں سبز یا سرخ رنگ نظر آئے تو آپ فیصلہ کریں گے۔ ایسی کوئی بات نبی کریم ﷺ نے ہمیں نہیں بتائی۔ استخارے کی دعاء اور طریقہ آپ کو دعاوں کی کسی مستند کتاب میں مل جائے گا یا جید علماء سے پوچھ لیں۔

10) صلحہ رحمی: اپنے بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بہترین معاملہ کریں۔ ان پر خرچ کریں، ان کو تخفے دیں۔ اگر وہ کوئی مشورہ مانگیں تو انہیں صحیح مشورہ دیں۔ اگر وہ کسی مشکل میں ہیں اور آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ کچھ نہیں تو ہمت ہی بڑھائیں۔ ان کی حوصلہ شکنی نہ کریں۔

11) صدقہ دیں: اللہ نے جو کچھ آپ کو دیا ہے اس میں سے مستقل مزاجی کے ساتھ روزانہ، ہفتہ وار یا ماہانہ صدقہ کریں۔ اپنی آمدنی میں سے، اپنے وقت میں سے اور اپنی صلاحیتوں میں سے۔ صدقہ صرف مال کا نہیں ہوتا بلکہ مختلف نعمتوں کا ہو سکتا ہے۔

12) فرض نمازوں کی پابندی: فرض نمازوں کی پابندی کریں، کوئی نماز قضانہ ہو اور بہتر ہے کہ جماعت کے ساتھ ہو (مرد حضرات کے لئے) نوافل کا اہتمام کریں خصوصاً تہجد کی کوشش کریں۔

13) استغفار اور درود شریف: استغفار کا خوب ورد کریں۔ خوب درود شریف پڑھیں۔ دن میں دونوں چیزوں کی ایک کم سے کم مقدار کا تعین کر لیں۔ کم از کم سو سو مرتبہ۔ چلتے پھرتے، گاڑی چلاتے زبان بھی ہلاتے رہیں۔ ان دو چیزوں کے نتیجے میں برکت کا حصول ایسے ہو گا جیسے موسم برسات میں بوندیں برسی ہیں۔

اوپر لکھی ہوئی چیزوں کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جن سے برکت کا حصول آسان ہو جاتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کی وجہ سے فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اگر آپ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں، وقت میں، مال میں، گھر میں، کاروبار میں، ملازمت میں برکت ہو تو آج سے یہ کام شروع کر دیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے معاملات میں برکت کا مشاہدہ کریں۔ ان شاء اللہ العزیز

مجھے نہیں معلوم کہ یہ تحریر آپ میں سے کس کس کو پہنچے گی۔ آپ میں سے بہت سے لوگ اپنے فون میں مشغول ہوں گے، ویڈیو زدیکھ رہے ہوں گے، ویڈیو گیم کھیل رہے ہوں گے، اپنے دوستوں کے ساتھ چیٹ کر رہے ہوں گے، سو شل میڈیا پر کو منٹ کر رہے ہوں گے یا فیس بک کی دیواریں پھلانگ رہے ہوں گے۔ ایسے میں ایک مضمون پڑھنا یقیناً آپ کی ترجیحات کی لسٹ میں سب سے نیچے ہو گا۔ پھر بھی اگر اس تحریر پر آپ کی نظر پڑے، تو آپ اسے ضرور پڑھیں۔ یہ اہم مضمون ہے اور اس کا براہ راست تعلق آپ کی اور میری زندگی سے ہے۔

جی ہاں! ہم پاکستان کی وہ پہلی نوجوان نسل ہیں جسے اسماڑ فونز اور ستا انٹرنیٹ ڈیٹا ملا ہوا ہے اور ہم

اس پر روزانہ گھنٹوں صرف کرتے ہیں۔

ہم سے بیشتر اگر موبائل فون کے سکرین پر

صرف کیے جانے والے وقت کا جائزہ

لیں تو روزانہ کے حساب سے پانچ سے

سات گھنٹے بنتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی

محتاط اندازہ ہے۔ یہ انتہائی قیمتی وقت

ہماری حالت بیداری کا ایک تہائی اہم حصہ

ہے یا یہ کہیں کہ زندگی کا ایک تہائی حصہ

ہے۔ کسی بھی دوسری منشیات کی طرح یہ

فون کی لٹ بھی ہماری زندگی کے ایک حصے

کو کھاتی جا رہی ہے۔



ایک نسیم

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موبائل فون ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ چاہ کر بھی ہم اسے خود سے الگ نہیں کر سکتے۔ اصل مسئلہ تب ہے جب یہ ایک عادت بن جائے۔ فون کی لٹ کے بہت سے نقصانات ہیں سب سے پہلا تو یہ کہ یہ وقت کی بربادی کا باعث ہے، جسے کسی دوسرے لفج بخش کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ آپ تصور کیجیے کہ اگر روزانہ فون پر استعمال ہونے والے تین گھنٹے آپ بچاتے ہیں اور انھیں

کسی دوسرے کام مثلاً اور زش، کوئی ہنر سیکھنے، مطالعہ کرنے، کوئی اچھی مصروفیت تلاش کرنے، کسی نیک مقصد کو ڈھونڈنے، تلاوت کرنے یا دینی علوم کو سیکھنے میں وقت صرف کر سکتے ہیں۔ اس سے ہمیں کتنا فائدہ ہو سکتا ہے اور ہم کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ فون پر بیکار چیزیں دیکھنے سے آپ کی قوتِ مدرکہ متاثر ہوتی ہے۔ ہمارے دماغ کے دو حصے ہیں: ایک جذباتی اور دوسرا ادراکی یا علمی۔ تند رست اور صحیح سالم دماغ وہ ہے جس کے دونوں حصے کام کرتے ہوں۔ جب ہم بیکار چیزیں دیکھتے ہیں تو دماغ کے علمی حصے پر منفی اثر پڑتا ہے اور اس کی قوت کم ہوتی جاتی ہے۔ پھر بت درج قوتِ فکر اور قوتِ استدلال ختم ہونے لگتی ہے اور ہمارے اندر مختلف نقطہ ہائے نگاہ کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ مختلف حالات کو سمجھنے اور برتنے کی قوت نہیں رہتی۔ ثابت و منفی احوال کی درست تشخیص اور اس کے مطابق فیصلہ لینے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ جب دماغ کی قوتِ مدرکہ کام کرنا بند کر دیتی ہے تو پھر ہم صرف اس کے جذباتی حصے سے کام لیتے ہیں اور جو لوگ محض جذباتی سوچ سے کام لیتے ہیں وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اس سے بچنے کا واحد حل یہ ہے کہ اپنے دماغ کو بیکار چھوڑنے کی بجائے اسے زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز امور میں استعمال کیجیے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ مسلسل گھنٹوں سکرین پر گزارنے سے ہمارا حوصلہ اور انرجی کم ہوتی جائے گی۔ زندگی میں کامیابی و کامرانی تب ملتی ہے جب کوئی ہدف مقرر کیا جائے اور اس کے تین پر امید رہا جائے اور اس کے حصول کے لیے جاں توڑ کوشش کی جائے۔ جبکہ مستقل موبائل اسکرین سے چپکے رہنا سمت بناتا ہے ہماری شخصیت میں خوف کی نفیسیات پیدا کر دیتا ہے، پھر ہم کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے گھبرا نے لگتے ہیں ہمیں یقین ہی نہیں ہوتا کہ وہ کام ہمارے بس کا ہے۔

اب یہ کس طرح معلوم ہو کہ ہمیں فون کی لٹ لگ چکی ہے یا ہم فون کے ایڈ کٹ (نشی) ہو چکے ہیں تو اس کے لئے بڑے آسان سے طریقے ہیں۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

کیا آپ کو ایسا نہیں لگتا کہ آپ اپنے موبائل پر اس سے زیادہ وقت خرچ کر رہے ہیں جتنا آپ کو اصل میں (کم) محسوس ہوتا ہے؟

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ لا شوری طور پر اور با قاعدگی سے اپنا وقت موبائل فون پر گزار رہے ہیں؟
کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ جب آپ اپنے موبائل فون پر لگے ہوئے ہوں تو آپ کو اپنے وقت کے گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا؟

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ اپنے موبائل پر پیغام رسانی میں، ای میلنگ میں یا ٹوینگ کرتے ہوئے اس سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں جتنا آپ اپنی روزمرہ زندگی میں لوگوں کے ساتھ بات چیت میں خرچ کرتے ہیں؟

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ کاموبائل فون پر صرف ہونے والا وقت روز بروز بڑھتا جا رہا ہے؟

کیا آپ اپنے موبائل کو آن حالت اپنے سرہانے کے نیچے یا اپنے نزدیک رکھ کر سوتے ہیں؟

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ کا ہفتے بھر میں موبائل پر پیغام رسانی یا ای میلنگ میں گزرنے والا وقت آپ کی دوسری مصروفیات میں رکاوٹ بتا جا رہا ہے؟

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ کی اپنے سمارٹ فون پر مصروفیت آپ کے دیگر پیداواری کام پورے نہ ہو سکنے میں رکاوٹ بن رہی ہے؟ کیا آپ کو اپنے موبائل فون کے بغیر چاہے وہ چند لمحات ہی کی بات کیوں نہ ہو، الجھن اور بے چینی ہوتی ہے؟ کیا آپ لاشعوری طور پر، یا غیر حاضر دماغی حالت میں بھی دن میں کئی کئی بار اس کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ کچھ نیا نہیں ہے اور کوئی نئی چیز دیکھنے والی نہیں ہے آپ اپنا موبائل کھول کر چیک کرتے رہتے ہیں؟

یہ ایک آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے آپ کو جانچ سکتا اور پرکھ سکتا ہے۔ اگر ان میں سے اکثر کا جواب ہاں ہے تو آپ موبائل کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ وہ دنیاوی نقصانات ہیں جو ہماری روزمرہ کی زندگی کو دیکھ کی طرح ختم کئے جا رہے ہیں اور اس کا اثر نسلوں میں سراحت کرتا جا رہا ہے۔ ایک نقصان دیتی بھی ہے اور یہ نقصان دنیاوی نقصانات سے بڑھ کر ہے۔ روزمرہ کے دینی امور میں سے سب سے اہم نماز ہے۔ آج ہماری نمازوں جاندار نہیں جس کا ایک بڑا سبب یہی موبائل کی خوست ہے۔

موباہل نے ذوقِ تلاوت چھڑا دی

موباہل نے نماز کی لذت چھڑا دی

موباہل نے خود میں ہی مصروف رکھا

موباہل نے مسجد کی رغبت چھڑا دی

یاد رکھیئے موبائل محض ایک اوزار ہے زندگی کا اپنا یا ہوا شائل ہرگز نہیں۔ بہتر ہے کہ ہم کسی دن بیٹھ کر حساب لکھ لیں کہ ایک دن میں اندراز اُدینی و دنیاوی کس طرح اور کس قدر اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

”قُلْ إِنَّكُنْتُمْ تَحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوْنِي يَحْبِبُكُمُ اللَّهُ“

”اے میرے حبیب ﷺ آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ رب العزت سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

درج بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے، اپنے آپ کو سنت سے مزین کرے تو وہ اللہ رب العزت کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری پوری زندگی کے امام ہیں، ہماری زندگی ایک نماز کی مانند ہے اور نبی علیہ السلام اس کے امام ہیں، ہم مقتدی جس کام کو نبی ﷺ نے جس طریقہ سے کیا، اسی طریقے پر کریں گے تو زندگی اللہ کے ہاں قبول ہوگی اور اگر اپنی مرضی کریں گے تو یہ زندگی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگی تو نبی علیہ السلام کی ایک

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا نسخہ



ایک عادت کو اپنانا، رفتار میں، گفتار میں، کھانے میں، پینے میں، معاشرت میں، زندگی کے ہر کام میں، یہ چیز انسان کو اللہ رب العزت کا محبوب بنادیتی ہے، جتنی زندگی نبی علیہ السلام کی سنتوں کے مطابق ہوتی ہے، اتنا انسان اللہ رب العزت کی نظر میں محبوب بنتا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے بعد سنت رسول ﷺ اسلام کا اہم اور بنیادی ستون ہے جس کے بغیر اسلام کی عمارت ہی ناقص رہتی ہے، قرآن مجید میں اس کی اہمیت بتلانے کیلئے بار بار ”اطیعوا اللہ“ کے ساتھ ”اطیعوا الرسول“ کا حکم آیا ہے بلکہ سورۃ النساء کی ایک آیت مبارکہ میں یہاں تک ارشاد فرمایا گیا ہے:

”پس تیرے رب کی قسم! وہ لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم (فیصلہ کرنے والا) نہ بنالیں پھر وہ اپنے دلوں میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے کی

طرف سے کوئی تنگی بھی نہ پائیں اور پوری طرح اپنے آپ کو سونپ دیں،

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ قرآن مجید اگر متن ہے تو سنت اس کی شرح ہے، قرآن مجید اگر اجمال ہے تو سنت اس کی تفصیل ہے، قرآن مجید اگر قول ہے تو سنت عمل ہے، قرآن مجید اگر گفتار ہے تو سنت کردار ہے، قرآن مجید اگر روح ہے تو سنت اس کیلئے جسم۔ غرض کہ دونوں لازم و ملزم ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ جیسے قرآن مجید کو واجب الاطاعت سمجھا اسی طرح آپ ﷺ کے ارشادات گرامی کی تعمیل کو بھی لازمی جانا۔ یہی ساری امت کا مسلک ہے اور تمام مسلمان قرآن مجید کی طرح سنت رسول ﷺ کا بھی احترام کرتے ہیں۔

لیکن ایک فتنہ پرور طبقہ ایسا بھی پیدا ہوا جس نے یہ کہنا شروع کیا کہ (نعوذ باللہ) ہمیں سنت رسول کی ضرورت نہیں ہمارے لیے صرف اللہ کی کتاب کافی ہے۔ خدا کی قدرت دیکھئے اللہ کے رسول ﷺ اس طبقے کے بارے میں صدیوں پہلے ہی امت کو بتا گئے تھے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

”مجھے قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسی چیز (سنت) عطا کی گئی ہے۔ خبردار عنقریب زمانہ آئے گا جب ایک پیٹ بھرا ہوا شخص اپنے مزین تخت پر بیٹھ کر کہے گا کہ اس قرآن کو تم لازم پکڑو۔ پس اس میں تمہیں جو حلال ملے اسے حلال سمجھو اور جو تم اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو حالانکہ (اصل بات یہ ہے کہ) اللہ کے رسول نے جس چیز کو حرام قرار دیا وہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز، (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کی طرف قرآن مجید نے کس خوبی سے مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخشن دے گا۔“ (آل عمران)

غور کیجئے کہ اتباع نبوی ﷺ سے پہلے لوگوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ہے لیکن اتباع سنت کے بعد اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرمانے لگتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اتباع سنت کے بغیر عشق نبوی کی طرح عشق الہی کا دعویٰ بھی محض خام خیالی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں بارہا اللہ کے رسول ﷺ کو اہل ایمان کیلئے اسوہ حسنة قرر دیا گیا ہے جس کا واضح

مطلوب یہی ہے کہ اللہ کے ہاں زندگی اور عمل صرف وہی محبوب و مطلوب بلکہ مقبول ہے جو سنت رسول کے معیار پر پورا اترتتا ہو۔

چنانچہ اس بارے میں آپ ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے:

”میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا، کسی نے پوچھا کہ انکار کرنے والا کون شخص شمار ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی انکار کرنے والا ہے،“ (بخاری، حوالہ مشکلہ)

عجیب بات یہ ہے کہ دنیا بھر کے بانیاں مذہب اور پیغمبروں میں سے یہ اعزاز صرف خاتم النبیین ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ آپ کے ماننے والوں کیلئے بالکل واضح ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے لے کر موت تک کا وقت صحیح سے شام تک کے طریقے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے سلیقے سب کچھ حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں کے اوراق میں بالکل محفوظ ہیں۔ جبکہ دوسری طرف عالم یہ ہے کہ بانیاں مذہب کی سیرتوں کا تو کیا علم ہوتا خود ان کے وجود کے بارے میں، ہی محققین سوالیہ نشان کھڑے کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس امت نے اس چیز کی قدر نہیں کی اور شکل و صورت سے لے کر لباس تک، خوشی سے لے کر غنی تک اور پیدائش سے لے کر موت تک سب طریقے غیروں کے اپنا نے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سنت رسول ﷺ کی شکل میں ایسی کسوٹی دیدی ہے جس کی بنیاد پر وہ ہر زمانے میں کھرے کو کھوٹے سے، اصل کو نقل سے اور دین کو لادینیت سے جدا کر سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے:

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین حضرات حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں ان سے پوچھنے لگے، جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ ﷺ کا مقام۔ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ہمیشہ رات کو نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے صاحب نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ تیسرا صاحب نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے جدار ہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پس جب نبی ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم ہی لوگ ہو جنہوں نے یہ باتیں کی تھیں۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں لیکن میں (کبھی) روزہ رکھتا اور (کبھی) افطار کرتا ہوں اور میں نماز

پڑھتا ہوں اور میں سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی بھی کی ہے۔ پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، (بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوہ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ایران فتح ہوا تو ایک ایرانی سردار نے کھانے کی دعوت کی۔ کھانے کے دوران ایک صحابی (مشہور روایت کے مطابق حضرت حذیفہؓ) کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، تعلیم نبوی ﷺ کے مطابق وہ اٹھانے لگے تو ساتھ والے صاحب نے اشارہ کیا کہ اسے چھوڑ دو! یہاں کے لوگ اس طرح اٹھا کر کھانے کو معیوب سمجھتے ہیں۔ صحابی نے یہ سن کر وہ لقمہ اٹھایا، سب کو دکھایا اور پھر کھالیا اور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے صاحب کو کہا:

”کیا میں اپنے حبیب (ﷺ) کی سنت کو ان احمدقوں کی وجہ سے چھوڑ دوں؟“

حضرات صحابہ کرامؐ نے اتباع سنت اور پیروی رسول میں اپنے اور بیگانے کسی کی پرواہ نہیں کی۔

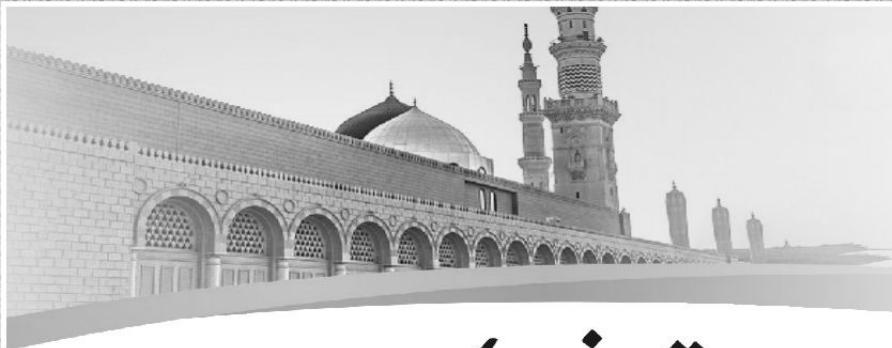
صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر نبوت بن کر مکہ تشریف لے جاتے ہیں۔ میزبان جب آپ کے ٹھنڈوں کو ننگا دیکھتا ہے تو کہتا ہے:

”عثمان! مکہ کے سردار اس کو معیوب سمجھتے ہیں،“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: ”میرے نبی (ﷺ) کا ازار ایسے ہی ہوتا ہے،“

آج وقت ہے اللہ کے نبی سے وفاد کھانے کا، ہم کم از کم اپنے سراپا کو نبی ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق بنالیں تاکہ اگر ملک الموت آئے ہمارے اعضاء کو ٹھوٹے لے، سنت نبوی سے مزین نظر آئے، ہمارے دل کو ٹھوٹے عشق نبوی سے بھرا نظر آئے اور ہم کل قیامت کو محبوب ﷺ کے سامنے حاضر ہوں تو اللہ کا محبوب ﷺ ہمیں مسکرا کر دیکھے، ہاں میری سنت کا شیدائی، میرے طریقوں کو اپنانے والا، میرے نقش قدم پر چلنے والا، آج آگئیا ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ اپنے ہاتھوں سے جام حوض کوثر عطا فرمائیں گے۔ اللہ کے سامنے جب حاضری ہو، ہم اس وقت یہ کہہ رہے ہوں۔

تیرے محبوب کی یا رب شباہت لے کر آئے ہیں
حقیقت اس کو تو کر دے ہم صورت لے کر آئے ہیں
للہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سنت کا شیدائی بنائے۔ آمین



دو قرآنی دعائیں

اللَّهُمَّ اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ
بِإِذْنِكِ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

مُسْتَقِيمٍ

اے اللہ! حق کے جس معاملے میں اختلاف کیا گیا ہو، آپ مجھے اس میں سیدھی راہ پر چلا دیجیے، بے شک آپ جسے چاہتے ہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمادیتے ہیں۔ (ما خوذ از سورۃ البقرۃ، آیت: 213)

اللَّهُمَّ ثِبِّنِي بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ

اے اللہ! مجھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کپی بات (یعنی کلمہ طیبہ) پر جمادیتیکے۔ (ما خوذ از سورۃ ابراہیم، آیت: 27)

عين السكر

عین التبوک غزوہ تبوک کے سفر میں نبی کریم ﷺ کا جاری فرمودہ چشمہ.....

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ریت میں گم ہونے کے بعد اسے دوبارہ تلاش کر کے جاری فرمایا اس کی کھدائی گھری کی اور اس پر فصیل تعمیر کرائی.....

